عسکری نظام میں حضرت عمرؓ کے اجتہادات

علامہ شبلی کی تصنیف "الفاروق" کی روشنی میں

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی

علامہ شبلیؒ نے "ہیروز آف اسلام" کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس میں المامون کے بعد الفاروق لکھنے کا اعلان کیا تھا، مگر الفاروق کے لکھنے میں تاخیر ہوئی تو شائقین نے مطالبے شروع کر دئے۔ علامہ شبلی نے اس کتاب پر پوری محنت کی اور اس کے لیے مصر، شام اور قسطنطنیہ کے کتب خانے چھان ڈالے۔ پھر جب کتاب سامنے آئی تو وہ ہر لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی تصنیف تھی۔ حضرت عمرؓ کی عظمت پر جس معروضی انداز سے اس کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے اس کی کوئی مثال عربی اور اردو زبانوں میں نہیں ملتی۔ اس مقالہ میں حضرت عمرؓ کے فوجی نظام سے بحث کی گئی ہے اور حق یہ ہے کہ علامہ شبلی نے جتنی جامع بحثیں اور جتنا قیمتی مواد اس کتاب میں حضرت عمرؓ کی فوجی عبقریت پر جمع کر دیا ہے وہ کہیں ایک جگہ ملنا مشکل ہے۔

فوجی نظام

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دور کے فوجی نظام میں زبردست تبدیلیاں کیں، سارے اسلامی ممالک میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں اور ایسا زبردست نظام قائم کیا کہ اسلامی خلافت فوجی حیثیت سے زبردست جنگی طاقت بن گئی۔
حضرت عمرؓ نے اسلامی مملکت کو انتظامی لحاظ سے صوبوں میں تقسیم کیا۔ اس کے ساتھ پوری اسلامی قلمرو میں بڑے فوجی مراکز قائم کیے۔ ان کا نام "جند" رکھا۔ یہ مراکز تھے: مدینہ

کوفہ، بصرہ، موصل، فسطاط، دِمشق، حمص، اردن اور فلسطین۔ یہ تمام فوجی چھاؤنیاں عرب ملکوں میں قائم کی گئیں۔ ایران، ترکستان اور دوسرے عجمی ملکوں کو فوجی مراکز قرار نہیں دیا گیا۔ مگر جو شہر بھی فتح کیا جاتا وہاں فوج کی ایک ٹکڑی مستقل طور پر قیام کرتی۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ "ان صدر مقامات کے علاوہ حضرت عمرؓ نے بڑے بڑے شہروں اور مناسب مقامات میں نہایت کثرت سے فوجی چھاؤنیاں قائم کیں اور عرب کو تمام ممالکِ مفتوحہ میں پھیلا دیا۔ اگرچہ یہ ان کا عام اصول تھا کہ جو شہر فتح ہوتا تھا اسی وقت ایک مناسب تعداد کی فوج وہاں متعیّن کر دی جاتی تھی جو وہاں سے ٹلتی نہ تھی۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے جب شام فتح کیا تو ہر ضلع میں ایک عامل مقرر کیا جس کے ساتھ ایک معتدبہ فوج رہتی تھی لیکن امن وامان قائم ہونے پر بھی کوئی بڑا ضلع یا شہر ایسا نہ تھا جہاں فوجی سلسلہ قائم نہیں کیا گیا۔" [۱]

چونکہ عربوں کے پاس بحری طاقت نہ تھی اور نہ بحری حربی سفینے تھے، اس بنا پر حضرت عمرؓ نے تمام ساحلی علاقوں پر فوجی طاقت کو مضبوط کر دیا تاکہ اگر رومی سمندری حملہ کریں تو ان کی پوری طرح مدافعت کی جاسکے۔ کوفہ، بصرہ اور فسطاط تین وہ شہر تھے جو حضرت عمرؓ نے فوجی نقل وحرکت کے لیے قائم کیے۔ فوج کے لیے بارکوں کے سامنے وسیع زمین چھوڑی جاتی تھی۔ بارکوں کی تعمیر میں عمدہ آب وہوا والے علاقہ کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ سڑکیں وسیع بنائی جاتی تھیں۔

حضرت عمرؓ کی ایجادات

حضرت عمرؓ نے جو امور خود ایجاد کیے تھے اور جن کا وجود پہلے عربوں میں نہ تھا ان میں فوج کے ساتھ ایک خزانہ افسر کا تعیّن تھا۔ پھر ایک محاسب، ایک قاضی متعدد مترجم، طبیب اور جرّاح ساتھ ہوتے تھے۔ چنانچہ جنگ قادسیہ میں عبدالرحمٰن بن ربیعہ قاضی، زیاد بن ابی سفیان محاسب، ہلال ہجری مترجم تھے۔ فوج میں عدالت، سر رشتہ حساب، مترجمی اور ڈاکٹری کی ابتدا بھی اسی زمانے سے ہوئی۔" [۲]

---

[۱] الفاروق ج ۲ مؤلفہ علامہ شبلی، فرید بک ڈپو بازار چتلی قبر دہلی ۱۱۰۰۰۶ ص! [۲] الفاروق ص ۱۱۴

حضرت عمرؓ نے جب ایک عورت کو اپنے شوہر کی جدائی میں دردناک اشعار گاتے سنا تو مشورہ کر کے فوجیوں کے لیے چھٹی کا قاعدہ مقرر کیا اور ہر فوجی کو چار ماہ بعد اپنے گھر جانے اور اپنے اہل وعیال سے ملنے کی عام اجازت دی گئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی صاحب زادی حضرت حفصہؓ سے اس بارے میں مشورہ کر کے فیصلہ کیا تھا۔

حضرت عمرؓ نے فوجوں کو موسم بہار میں ایسی جگہ بھیجنے کا قاعدہ بنایا جہاں کی آب وہوا خوشگوار ہو اور جہاں سبزہ ومرغزار ہو اس لیے کہ مدائن کی فتح کے بعد فوج کو وہاں کے قیام سے نقصان پہونچا اور لوگوں کی صحت پر اس کا برا اثر پڑا۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوان کو لکھا کہ بہار کے موسم میں فوجوں کو شاداب وسرسبز وصحت بخش مقامات پر بھیج دیا کرو۔[1]

حضرت عمرؓ نے جاڑے اور گرمی کو ذہن میں رکھ کر لڑائی کی جہتیں متعین کر دی تھیں۔ سرد ملکوں پر گرمیوں میں اور گرم ملکوں پر جاڑوں میں حملہ کیا جاتا تھا۔ یہ فوجیں شاتیہ اور صافیہ کہلاتی تھیں۔[2]

گھوڑوں کی پرداخت

حضرت عمرؓ نے جنگ کے لیے گھوڑوں کی پرورش ونگہداشت پر خاص توجہ کی۔ بڑے بڑے اصطبل قائم کیے گئے، جن میں چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت ساز وسامان کے ساتھ تیار رہتے تھے۔ یہ صرف اس غرض کے لیے مہیا کیے جاتے تھے کہ اگر دفعۃً ضرورت پیش آجائے تو ۳۲ ہزار سواروں کا رسالہ فوراً تیار ہو جائے۔ ۲۱ھ میں جزیرہ والوں نے دفعۃً بغاوت کی تو یہی تدبیر کام آئی۔ حضرت عمرؓ کی قائم کردہ چراگاہوں میں جو گھوڑے تیار ہوتے تھے ان کی رانوں پر داغ کے ذریعہ "جیش فی سبیل اللہ" لکھا جاتا تھا۔ کوفہ میں گھوڑوں کی پرداخت کا نظم سلمان بن ربیعہ باہلی کے ذمہ تھا۔ سلمان گھوڑوں کے ماہر تھے، اس بنا پر سلمان الخیل کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ وہ سال میں ایک بار گھوڑ دوڑ بھی کراتے تھے۔ سلمان نے اس کا اہتمام

---

[1] الفاروق ص ۱۱۱ [2] ایضاً

کیا کہ گھوڑوں کی چال بھی عربی ہو۔ جس گھوڑے کی چال عربی نہ ہوتی سلمان اس کو دوغلا قرار دے کر سوار کو حصہ سے محروم کر دیتے تھے۔[۱]

علامہ شبلی نے اس امر میں خاموشی اختیار کی ہے، ورنہ عربی وغیر عربی چال کا فرق کرنا اور اس کے باعث کسی کو حصہ سے محروم کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔ چونکہ عرب گھوڑوں کو اہمیت دیتے، جنگی مقاصد کے لیے خاص طور پر ان کو تربیت دیتے تھے اور ان کے نسب نامے تک محفوظ رکھتے تھے اور عربی گھوڑے ممتاز ہوتے تھے اس بنا پر سلمان الخیل نے ایسا کیا ہوگا۔

فوجیوں کے رجسٹر اور تنخواہیں

حضرت عمرؓ کا سب سے عظیم کارنامہ فوجیوں کا رجسٹر تیار کرنا اور ان کی تنخواہ ماہوار مقرر کرنا ہے۔ ان کا یہ عظیم الشان کارنامہ دنیا کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ یونانی اور رومی عہد سے جاگیر دارانہ نظام رائج تھا۔ خود ہندوستان میں بھی یہی طریقہ رائج تھا۔ جاگیر دے کر جاگیر دار سے عہد لیا جاتا تھا کہ وہ جنگ کے موقع پر متعین تعداد فوج کی حاضر کرے گا۔ عربوں میں فوج کی تنخواہ کا کوئی نظام نہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جو مال بچتا تھا وہ فوج میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ۱۵ھ سے اس صیغہ کو منظم کیا اور ولید بن ہشام کے مشورہ پر فوج کا دفتر قائم کیا اور فوجیوں کے لیے رجسٹر تیار کرائے۔ دفتر کا نام دیوان رکھا گیا۔[۲]

عربوں میں اس دور میں تین بڑے ماہر انساب تھے۔ جُبیر بن مطعم، عقیل بن ابی طالب اور مخرمہ بن نوفل۔ انھوں نے نام ونسب کا ایک نقشہ تیار کیا۔ اس میں انھوں نے پہلے بنو ہاشم، پھر حضرت ابوبکرؓ اور پھر حضرت عمرؓ کے قبائل کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اعتراض فرمایا اور ہدایت کی کہ رجسٹر میں آنحضرتؐ کے ساتھ قرابت داری کو ترجیح دی جائے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا نام اسی لحاظ سے لکھا جائے نہ کہ خلافت کے لحاظ سے۔ یہ ہے حضرت عمرؓ کی عظمت اور اسلام سے خلوص۔ چونکہ حضرت عمرؓ کا

۱۔ الفاروق ص ۱۰۰ ۲۔ الفاروق ص ۹۳

نسب آنحضرتؐ سے کافی دُور جاکر ملتا ہے، اس بنا پر ان کا نام آخر میں آیا۔ اس ہدایت کے مطابق تنخواہوں کی تقسیم میں درج ذیل مراتب کو ملحوظ رکھا گیا:

تقسیمِ مراتب	تنخواہ سالانہ
بدری صحابہ	۵ ہزار درہم
مہاجرینِ حبشہ و شرکاء احد	۴ ہزار درہم
مہاجرین قبل فتح مکہ	۳ ہزار درہم
فتح مکہ کے موقع پر ایمان لانے والے	۲ ہزار درہم
قادسیہ اور یرموک کے شرکاء	۲ ہزار درہم
اہل یمن	۴۰۰ درہم
قادسیہ و یرموک کے بعد کے مجاہدین	۳۰۰ درہم
بلا امتیاز مراتب	۲۰۰ درہم

مہاجرین و انصار کی بیویوں کی بھی ۲۰۰ سے ۴۰۰ درہم تک تنخواہ مقرر ہوئی۔ اہل بدر کی اولادِ ذکور کو دو دو ہزار درہم مقرر کیے گئے۔ علامہ شبلی اس موقع پر رقم طراز ہیں کہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن لوگوں کی جو تنخواہ مقرر ہوئی، ان کے غلاموں کی بھی وہی تنخواہ مقرر ہوئی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے نزدیک غلاموں کا کیا پایہ تھا؟[۱]

فوجی نظام میں یہ ایک بڑا انقلاب تھا کہ ہر فوجی کا نام رجسٹر میں درج کیا گیا اور سب کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ شروع میں ان لوگوں کے نام بھی ان رجسٹروں میں تھے جو کسی اور حیثیت سے تنخواہ پاتے تھے، مگر ۲۱ھ میں حضرت عمرؓ نے فوجیوں کے دفاتر غیر فوجیوں سے الگ کرادئے۔ ان کی دو قسمیں کر دی تھیں، ایک وہ جو باقاعدہ فوج میں کام کرتے تھے اور Full Timer تھے اور دوسرے وہ فوجی جو اپنے گھروں میں رہتے تھے، مگر ان کو تنخواہ ملتی تھی اور جنگ کے موقع پر جاکر جہاد کرتے تھے یہ مطوّعین کہلاتے تھے۔ علامہ شبلی نے یہ واضح کر دیا ہے کہ تنخواہ پانے والے

---

[۱] الفاروق ص ۹۵، ۹۶

سب فوجی تھے یا پہلے فوج میں کام کر چکے تھے۔ جو لوگ فوجی خدمت انجام نہیں دیتے تھے ان کو تنخواہ نہیں ملتی تھی اس بنا پر مکہ کے لوگوں کو تنخواہ نہیں دی جاتی تھی۔ فتوح البلدان میں ہے کہ "ان عمر کان لا یعطی اھل مکہ عطاءً"[1] لیکن شہری تنخواہ داروں کا اور حفّاظِ قرآن کا ایک دوسرا رجسٹر تھا جس سے ان کو تنخواہ ملتی تھی۔ علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ "عرب کے ابتدائے تمدن میں انتظاماتِ فوجی کی اس قدر شاخیں قائم کرنی اور ایک ایک شاخ کا اس حد تک مرتّب اور باقاعدہ کرنا اسی شخص کا کام تھا جو فاروق اعظم کا لقب رکھتا تھا"۔[2]

حضرت عمرؓ تنخواہوں میں اضافے بھی کرتے تھے، ادنیٰ شرح پہلے ۲۰۰ سالانہ تھی پھر وہ ۳۰۰ کر دی گئی۔ افسروں کو ۷ ہزار سے ۱۰ ہزار درہم تک تنخواہ ملتی تھی۔

رسدرسانی

رسدرسانی کا انتظام یونان سے اخذ کیا گیا تھا اور اس کا ایک افسر مقرر ہوتا تھا تمام جنس اور غلّہ ایک وسیع گودام میں جمع ہوتا تھا۔ مہینہ کی پہلی تاریخ کو تمام فوجیوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ بعد میں غلہ کے ساتھ روغنِ زیتون، شہد اور سرکہ بھی ان کو دیا جاتا تھا[3] گوشت کا انتظام دربارِ خلافت سے ہوتا تھا۔

فوجیوں کو عجمی لباس نہ پہننے کی ہدایت تھی عیش پرستی سے اجتناب کی تاکید تھی۔ نرم لباس وہ نہیں پہن سکتے تھے ان کو حماموں میں جانے کی اجازت نہیں تھی[4] فوجیوں سے مطالبہ کیا جاتا تھا کہ وہ تیرنا جانتے ہوں، گھوڑے دوڑانے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تیر چلانے اور ننگے پیر چلنے کی انھیں مشق ہو۔

---

[1] جس بچہ کا دودھ چھوٹ گیا ہو اس کو بھی تنخواہ ملتی تھی۔ حضرت عمرؓ جب رات میں حالات معلوم کرنے نکلے تو ایک بچہ کو روتا ہوا پایا۔ ماں سے سبب دریافت فرمایا۔ وہ بولی اس کا دودھ وقت سے پہلے چھڑا دیا ہے اس لیے رو رہا ہے ورنہ عمر تنخواہ نہ دیں گے۔ تب سے نوزائیدہ بچے کو تنخواہ ملنے لگی۔

[2] الفاروق ص ۹۷ [3] ایضاً ص ۱۰۸ [4] ایضاً ص ۱۱۳

طریقِ جنگ

ان تمام باتوں کے باوجود طریقِ جنگ وہی قدیم تھا۔ فوج پہلے کھڑی رہتی تھی اور انفرادی مقابلہ ہوتا تھا، آخر میں عام حملہ ہوتا تھا۔ پھر صف بندی کا طریقہ آغازِ اسلام میں نکلا مگر اس میں بھی میمنہ اور میسرہ دونوں حصّے آزادانہ حملے کرتے ۱۵ھ میں یرموک کے معرکہ میں حضرت خالدؓ نے پہلی بار تعبیہ کے طرز پر جنگ کی۔ یعنی حضرت خالدؓ کی نگرانی میں فوج کے سارے حصوں نے جنگ کا طریقہ اختیار کیا۔ کوئی حصہ آزاد نہ تھا، سب ایک کمانڈر حضرت خالدؓ کی ماتحتی میں جنگ کر رہے تھے۔ فوج کے حصّے درج ذیل تھے۔ قلبؑ جس میں سپہ سالار رہتا تھا مقدمہؑ قلب کے آگے رہتا تھا۔ میمنہؑ دائیں طرف۔ میسرہؑ بائیں طرف، ساقہؑ سب سے پیچھے۔ طلیعہؑ گشت کرنے والی فوج جو ساقہ سے پیچھے رہتی تھی۔ رکبانؑ (شتر سوار) فرسانؑ (گھوڑ سوار) راحلؑ پیادہ۔ رُماۃ (تیر انداز) علاوہ ازیں ہر سپاہی کو اپنے ساتھ سوئیاں، سوّا۔ ڈورا۔ قینچی، سوتال، توبرا اور چھلنی رکھنے کا حکم تھا۔[1]

منجنیق اور دبّابہ کا استعمال اس دور میں جنگوں میں ہوتا تھا۔

جاسوسی

جاسوسی کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ وہ عرب آبادی جو اسلامی مملکت کی سرحد پر آباد تھی اور ایران یا روم کے زیرِ اثر تھی، جب اس نے عربوں کا سیلاب دیکھا تو عربوں کے ساتھ ہو گئے اور اس نے جاسوسی کا عمدہ رول ادا کیا۔

پرچہ نویسی

یہ محکمہ حضرت عمرؓ کی ایجاد تھا۔ انھوں نے تمام فوجوں میں پرچہ نویس مقرر کر دیے

---

[1] الفاروق ص ۱۱۵

تھے جو ساری خبریں حضرت عمرؓ کو براہِ راست روانہ کر دیتے تھے اور فوج کے سپہ سالار سے پوچھتے نہ تھے۔ چنانچہ بڑے بڑے افسروں کے خلاف پرچہ نویس صحیح خبر لکھ کر حضرت عمرؓ کو مطلع کر دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا رعب ایسا زبردست تھا کہ ساری فوج ان کے نام سے تھرّاتی تھی۔

علامہ شبلی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ "فوجی نظام کے سلسلے میں جو چیز سب سے بڑھ کر حیرت انگیز ہے، یہ ہے کہ باوجود یہ کہ اس قدر بیشمار فوجیں تھیں اور مختلف ملک، مختلف قبائل، مختلف طبائع کے لوگ اس سلسلے میں داخل تھے، اس کے ساتھ وہ دور دراز تک پھیلی ہوئی تھیں جہاں سے دارالخلافہ تک سیکڑوں ہزاروں کوس کا فاصلہ تھا تاہم فوج اس طرح حضرت عمرؓ کے قبضۂ قدرت میں تھی کہ گویا وہ ہر جگہ فوج کے ساتھ موجود ہیں اس کا عام سبب تو حضرت عمرؓ کی سطوت اور رعب وداب تھا لیکن ایک بڑا سبب یہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے ہر فوج کے ساتھ پرچہ نویس لگا رکھے تھے اور فوج کی ایک ایک بات کی ان کو خبر ہوتی تھی"۔[1]

حضرت عمرؓ کی شخصیت کے اثرات

علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ گو کہ خود جنگوں میں شریک نہ ہوتے تھے مگر ان کے اشارے کے بغیر ذرّہ نہ ہل سکتا تھا۔ ساری ہدایات وہ خود دیتے تھے جنگوں کے نقشے بنا کر دیتے تھے۔ قادسیہ کے میدانوں کو وہ جاہلیت میں دیکھ چکے تھے چونکہ جنگِ قادسیہ ایک فیصلہ کن جنگ تھی انھوں نے پورا نقشہ جنگ کا بنایا اور حکم دیا کہ قادسیہ میں پہاڑ کے قریب جنگ کی جائے، اگر شکست ہو تو پہاڑوں میں پناہ لی جائے۔ چونکہ پورا ایران اس میں امنڈ آیا تھا۔ لہٰذا لوگوں نے حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا کہ آپ خود بنفسِ نفیس نکلیں۔ حضرت عمرؓ نے مشورہ طلب کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا آپ کا نکلنا مناسب نہیں ہے۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بالآخر حضرت سعد بن وقاصؓ کو مشورہ کے بعد سپہ سالار

---

[1] الفاروق ج ۲ ص ۱۱۸

بنایا گیا، مگر ساری ہدایات اور ساری کمانڈ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھی، معنوی روح وہی تھے۔[۱]

بالکل یہی حال یرموک کی فتح کے موقع پر تھا۔ انصار و مہاجرین نے جب رومیوں کی یلغار کا حال سنا تو رو پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا امیر المومنین ہم کو لے کر خود فوج کی سپہ سالاری کریں، مگر آخر میں مشورہ یہی ٹھہرا کہ حضرت عمر مدینہ سے نہ ہٹیں۔[۲]

اپنے فوجی نظام میں حضرت عمرؓ نے بڑے بڑے صحابہ کو جنگوں میں سپہ سالار بنایا۔ مگر تعجب ہے کہ ہاشمیوں کو اور عام طور پر انصار کو سپہ سالاری کے عہدے انھیں نہیں دیئے گئے۔ کچھ انصاری بے شک اس عہدے پر فائز تھے۔ شریکِ جہاد انصار اور مہاجرین دونوں ہوتے تھے۔ بنی امیہ جنھوں نے اسلام کی مخالفت فتحِ مکہ تک کی تھی ان کو بڑے بڑے عہدوں سے نوازا گیا۔ دراصل قبائل کے درمیان جو صدیوں سے اندر اندر دبے تعصّبات تھے، ان کو جوشِ جہاد نے قابو میں کرلیا تھا اور ان تقررات میں حضرت عمرؓ کو بہت چوکنّا رہنا پڑتا تھا، چنانچہ خود اپنے قبیلہ عدی کے کسی فرد کو کوئی عہدہ نہ عطا کیا، صرف ایک صاحب کو ایک عہدہ سے نوازا، پھر معزول کر دیا۔

وہ گورنروں کے بارے میں بہت سخت تھے اور فوجی افسروں کے بارے میں جو پرچہ نویس خورد برد کی اطلاع بھیجتے تھے۔ حضرت عمرؓ فوراً ایکشن لیتے تھے۔ مگر اس سے قبل پوری تفتیش کراتے تھے اور تفتیش کے بعد افسروں کو سزا بھی دیتے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی

علامہ شبلی نے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ حضرت خالدؓ کو حضرت عمرؓ نے لکھا کہ جو رقم جنگ کے لیے آپ کو دی گئی ہے اس کا حساب روانہ کیجئے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ میں نے کبھی حضرت ابوبکرؓ کو حساب نہیں دیا

---

[۱] الفاروق ج ۱ ص ۹۱ [۲] الفاروق ج ۱ ص ۱۳۸

اور آپ کو بھی حساب نہ دوں گا۔ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ اگر آپ حساب دینے کو تیار نہیں تو سپہ سالاری کا عہدہ چھوڑ دیجئے۔ چنانچہ وہ ایک مجاہد باقی رہ گئے اور افسری چھن گئی۔

علامہ شبلی رقم طراز ہیں کہ حضرت خالد نے ایک شاعر کو دس ہزار درہم انعام عطا فرمائے۔ پرچہ نویس نے حضرت عمر کو اطلاع کر دی۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو بھیجا کہ اگر آپ نے حکومت کی رقم اس کام میں خرچ کی ہے تو یہ ناجائز ہے اور اگر خود اپنی جیب سے عطا کیے ہیں تو اسراف ہے۔ دونوں صورتوں میں معاملہ حضرت خالد کے خلاف پڑا۔ حضرت عمر کے ایلچی نے حضرت خالد کی ٹوپی اتار لی۔ گویا عہدہ سے ان کو الگ کر دیا اور ان کی توہین بھی ہوئی، مگر حضرت خالدؓ جو اللہ کی تلوار تھے اور جنھوں نے شام کو فتح کیا تھا، بالکل خاموش رہے۔ یہ ان کی عظمت ہے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہہ دیا تھا کہ اگر حضرت خالد اپنی غلطی تسلیم کریں تو ان کو معاف کر دیا جائے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ نے 'حروب ردّہ' (مرتدین کے خلاف جنگوں) میں حضرت مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا تھا اور ان کی بیوہ سے شادی کر لی تھی۔ تعجب ہے کہ اتنے بڑے قضیہ کو علامہ شبلی نے نظر انداز کر دیا اور اس بارے میں ایک نقطہ نہیں لکھا۔ غالباً یہ تصور کر کے کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر کے دور میں پیش آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر نہ صرف حضرت خالد کو اس واقعہ پر معزول کرنا چاہتے تھے، بلکہ ان سے مالک بن نویرہ کا انتقام بھی لینا چاہتے تھے، مگر چونکہ حضرت خالدؓ نے بڑے بڑے معرکے اسلام کے سر کیے تھے۔ اس بنا پر حضرت ابوبکر اُن کی غلطی کو قابلِ معافی تصور کرتے تھے، مگر حضرت عمرؓ اس بارے میں سخت تھے حتیٰ کہ بعضوں نے حضرت خالد پر الزام لگایا کہ انھوں نے جاہلیت کے بعض واقعات کے انتقام میں مالک بن نویرہ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ قتل غلط فہمی سے ہوا۔ "قیدیوں کو گرم رکھو" کا مطلب "ان کو قتل کر دو" کے معنی میں استعمال ہوا، حالانکہ کمانڈر کا مطلب انھیں سردی سے بچانا تھا۔ یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی رائے حضرت خالد کے بارے میں خراب تھی۔

علامہ شبلی کی تاریخ نگاری

جہاں تک تاریخ نگاری کا تعلق ہے، علامہ شبلی نے الفاروق کی پہلی جلد میں حضرت عمر کے دور کی تاریخ بیان کی ہے اور واقعات کو ترتیب وار پیش کیا ہے۔ ان کی تاریخی بصیرت کا جلوہ ہر جگہ نظر آتا ہے۔ انھوں نے تاریخ نگاری میں دراصل ابن خلدون کے نظریات کی پیروی کی ہے، خصوصًا الفاروق کا دوسرا حصہ جو فتوحات کے اثرات و نتائج پر ہے، نہایت معنی خیز اور اہمیت کا حامل ہے اس میں انھوں نے ابن خلدون کے شاگرد علامہ مقریزی کا انداز اختیار کیا ہے اور مقریزی کی تصانیف سے استفادہ بھی کیا ہے۔ اس لیے کہ ابن خلدون خود اپنی تاریخ نگاری میں اپنے مقدمہ میں بیان کردہ نظریات کو ملحوظ نہیں رکھ سکے مگر ان کے شاگرد مقریزی نے اپنی کتابوں میں علامہ ابن خلدون کے نظریات کو پوری طرح پیشِ نظر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شبلی کی کتاب الفاروق واقعات کی کھتونی نہیں ہے، بلکہ اس میں اسباب و نتائج پر بحث کرکے عالمانہ تاریخی شعور سے استنتاج کیا گیا ہے۔

نتائج و ثمرات

حضرت عمرؓ نے جس سرعت سے اپنے دور کی متمدن دنیا کو فتح کرلیا اور سارے عالم میں اسلام کی عظمت کے جھنڈے گاڑ دیے وہ تاریخ عالم میں نہایت تعجب خیز امر ہے۔ انھوں نے جو انقلاب برپا کیا وہ ہمہ گیر تھا۔ قوسِ قزح کی طرح اس کے مختلف رنگ نظر آتے ہیں۔ مختلف قوموں اور ملکوں کی فتح کے اثرات نے عربی تمدن کو ایک نیا ترقی یافتہ رنگ عطا کیا۔ حضرت عمرؓ کی عبقریت نے ان متنوع و معقد تمدنی، مذہبی اور معاشرتی مسائل کو حل کیا اور پوری جمہوری روح کے ساتھ۔ ان کو قوتِ اجتہاد نے فکر و نظر کے نئے جلوے دکھائے۔ تعجب ہوتا ہے کہ ان کی ذات میں کتنی جامعیت تھی کہ ایک طرف اعلیٰ سیاسی موقف انھوں نے اختیار کیا اور عربوں کی قبائلی زندگی میں توازن قائم رکھا، دوسری طرف اپنے دور کی اعلیٰ فوجی طاقتوں کو اپنی سیاسی بصیرت سے رام کرلیا اور اس عظیم انقلاب کو اسلام کے اعلیٰ نظریات کی اشاعت کے لیے استعمال کیا اور اس طرح اسلام کی جڑوں کو مضبوط کردیا۔ ●●●